حافظ محمد منیر اظہر۔۔۔ فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

دعوت دین

دعوت دین وہ عظیم شرف اور فریضہ ہے کہ جس کی بناء پر امت مسلمہ کو تمام امتوں پر شرف اور فضیلت حاصل ہے ارشاد الٰہی ہے کہ:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ (آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ:۔ تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کی راہنمائی کی خاطر کھڑا کیا گیا ہے تمہارا وظیفہ یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ تمہیں اس عظیم منصب پر سرفراز کیا گیا ہے تو یہ کسی نسل و نسب کی بنا پر نہیں جیسا کہ اہل کتاب نے اپنے متعلق گمان کر لیا تھا بلکہ دعوت دین کی بناء پر تم اس منصب کے مستحق ٹھہرے ہو اب یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگر اہل کتاب کی طرح تم نے بھی اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو ان کی طرح یہ نعمت اور یہ منصب تم سے چھن بھی سکتا ہے۔

اس لئے تمام امت کو بالعموم اور علماء و طلباء کو بالخصوص اس عظیم فریضے کے لئے اٹھ کر یہ گواہی دینا ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ہم تک پہنچایا ہے وہ آگے پہنچانے میں اور جو کچھ آپ نے کرکے دکھلایا ہے اسے لوگوں کے سامنے کرکے دکھلانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتیں گے امت وسط ہونے کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (البقرہ ۱۴۳)

ان آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ افضل الامم ہونے کا امتیاز دعوت دین کے وصف کے ساتھ مشروط ہے دعوت دین کے فریضے سے تغافل برت کر افضل ہونے کا دعویٰ بلا دلیل اور کھوکھلا ہے۔

دعوت و اصلاح وہ شرف عظیم ہے جو تمام رسولوں اور ان کے متبعین کا وظیفہ رہا ہے تمام رسولوں اور کتابوں کو صرف اس مقصد وحید کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے جب نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں جب یہ فرمایا گیا کہ ان کا ذکر تورات و انجیل میں بھی ثبت ہے تو ساتھ ان کا یہ وصف بھی بیان کردیا گیا۔ فرمایا:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراة و الانجیل یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ جن کے اوصاف کو تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اور پیغمبر ﷺ کو خصوصی طور پر بھی اس کا حکم دیا گیا تھا' فرمایا: "فاصدع بما تومر" کہ اپنے رب کے حکم کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرو اور اسی نبوی وصف کو آپ کے سچے متبعین اور فرمانبرداروں کے اوصاف میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

و المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔

ترجمہ :۔ کہ مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں' برائی سے روکتے ہیں۔

اور یہ خوبی صرف اور صرف اسلام کی ہے کہ اس کے حاملین اپنوں کے لئے اگر بھلائی و نیکی کے خواہاں ہیں تو غیروں کے لئے بھی یہی جذبات رکھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو قبول کرکے یہ کافر بھی ان اوصاف حسنہ میں ہمارے شریک ہو جائیں۔

افضل الامم ہونے کا امتیاز دعوت دین کے وصف کے ساتھ مشروط ہے اس فریضہ سے تغافل برت کر افضل ہونے کا دعویٰ بلا دلیل اور کھوکھلا ہے۔۔۔

اسلام نے دعوت و تبلیغ کے اس فریضہ کو تمام امت پر اجتماعی اور انفرادی طور پر فرض قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ (آل عمران ۱۰۴)

ترجمہ :۔ کہ تم میں ایک ایسے گروہ کا ہونا ضروری ہے جو بھلائی کی دعوت دے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی لئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ۔

ترجمہ:۔ تم میں سے ہر شخص راعی اور ذمہ دار ہے جسے اپنے ماتحت لوگوں کے بارے میں جواب دینا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اسلام چونکہ ایک ایسا دین ہے جو سرا سر نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے اس حقیقت کو نبی اکرم ﷺ نے اس طرح تعبیر کیا "والدین النصیحۃ" (صحیح مسلم) لہٰذا لوگوں کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں ان کے مصالح کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور مفاسد سے بچنے کی ترغیب دی جائے اور بہت سے اخلاقی اور دیگر امور ایسے ہیں جو ہر شخص کی پرائیویٹ اور نجی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کا نفع و نقصان اس کے کرنے والے تک محدود ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو ان کے اثرات و نتائج بھی پوری امت تک پہنچتے ہیں حتی کہ ایک برائی پورے معاشرے میں عام ہو جاتی ہے اور دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر ان برائیوں کی روک تھام نہ کی جائے تو ان کی برائی نہایت ہلکی ہو کر رہ جاتی ہے اور لوگ اس کو ایک معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ زہر اتنا پھیلتا ہے کہ ان برائیوں کی برائی مشکوک نظر آنے لگتی ہیں جس کے نتیجے میں پوری قوم کا اخلاقی و تہذیبی مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں انکار منکر اور تغییر باطل کئی ایک درجات میں فرض قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔

ترجمہ: "کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ کے ساتھ روکنے کی کوشش کرے اگر یہ استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان کے ساتھ اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل کے ساتھ ہی اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے ادنی درجہ ہے۔"

اگر نیکی کی دعوت و تبلیغ کا کام معاشرے سے اٹھ جائے تو یہ سمجھئے کہ پوری انسانیت خسارے میں ہے اس مضمون کی تصدیق سورۃ عصر کے مطالب سے بڑی واضح طور پر ہو جاتی ہے بلکہ قرآن نے تو یہاں تک کہا ہے کہ لوگوں کی ہر قسم کی سرگوشیوں اور کلاموں میں کوئی خیر نہیں صرف وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جو صدقہ، نیکی یا اصلاح کا حکم دے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اس مبارک عمل کی اہمیت کس قدر ہے۔ کہ یہ تمام امت کا عمومی اور علماء کا خصوصی فریضہ ہے خصوصا آج کل کے دور میں جب ہر طرف سے شرک و کفر کے بادل امنڈتے نظر آتے ہیں خود ساختہ رسومات اور بدعات کو سنت نبویہ کا عنوان دیا جا رہا ہے اور قرآنی مفاہیم کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے نام نہاد مسلمان اور دانشور حضرات بھی نصوص کو ایک دوسرے کے معارض ثابت کرکے مسلمانوں میں اہل کتاب کے مذموم رویہ کی تاریخ دہرا رہے ہیں برائی، فحاشی اور منکرات اس قدر عام ہوگئی ہیں کہ ان کی برائی ختم ہو کر رہ گئی ہے کبائر کا ارتکاب بھی بڑی دلیری سے کیا جاتا ہے اور اگر ان حالات میں کوئی آدمی انکار منکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے اٹھتا ہے تو اسے تنگ نظر امت پسند اور رجعت پسند کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ فحاشی اس قدر عام ہے کہ لگتا ہے کہ اس قوم کا مجموعی مقصد حیات ہی عشق و محبت کی کہانیاں قرار پا جائیں گی اس بے غیرتی اور بے حیائی کے پھیلانے والے اپنے آقاؤں کی شاباش اور تعاون سے اس قدر دلیر ہو چکے ہیں کہ اسلامی شعائر کا کھلے عام مذاق اڑایا جا رہا ہے اور آزادی فکر، حقوق اور آزادی نسواں کے نام پر حوائی بیٹی کو بے حجاب کرنے کی بھرپور سعی کی جا رہی اور اس فطرتی انسانی وصف کو بدلنے کے لئے بہت سی تنظیمیں اور ادارے اپنے مکمل ساز و سامان کے ساتھ پیش نظر آتے ہیں۔

ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ علماء کرام دعوت دین کے فریضہ کے لئے عزم نو لے کر اٹھیں اور پیغام الٰہی کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیں تاکہ عوام باطل پرست اور دین پر دنیا کو جلب منفعت اور تحصیل زر کی خاطر ترجیح دینے والے اشخاص کے ہتھکنڈوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

اگر دعوت و اصلاح کے فریضے کی طرف توجہ نہ دی جائے تو تو وبال ساری قوم پر آتا ہے

جبکہ دعوت و اصلاح کا یہ عمل اتنا مبارک ہے کہ کوئی اور عمل اس کے مساوی نہیں ہو سکتا داعی تمام انسانوں سے افضل اور اس کی بات تمام لوگوں کی گفتگو سے زیادہ بلند و برتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ (فصلت ۳۳)

ترجمہ:۔ کہ اللہ کی طرف بلانے والے سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے۔

بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ:

من دل علی خیر فلہ اجر فاعلہ۔

ترجمہ :۔ بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اس بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلک من اجورهم شيئا۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ہدایت کے داعی کو بھی اتنا ہی اجرو ثواب حاصل ہوگا جتنا کہ اس کے پیروی کرنے والوں کو بلکہ ان کے اجر میں کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔

ان احادیث پر غورو فکر کرنے کے بعد اگر آدمی عمل کرنا شروع کر دے تو یقین جانئے اس آدمی تک صرف اس کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اجرو ثواب کے لاانتہای سلسلے پہنچتے رہتے ہیں مثال کے لئے دیکھئے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس نے ہمیں ہر نیکی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور علماء امت اس میں واسطہ ہیں لہٰذا یہ تمام لوگ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے اعمال میں برابر کے شریک ہیں یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ سے عبارت ہے اور آپ نے اس خار دار راستے میں بہت سی نادر قربانیاں بھی پیش کیں اس راستے میں آپ کا خون اقدس بھی بہتا رہا ہے آپ اس دعوت ہدایت پر اس قدر حریص تھے کہ خود اپنی جان کو اس قدر جوکھوں میں ڈال دیتے تھے کہ آپ کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ اسی وجہ سے تو آپ کی طرف یہ وحی فرمائی گئی۔

لعلک باخع نفسک الا يكونوا مومنين۔ (شعراء ۳)

ترجمہ: اے پیارے حبیب شاید آپ اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے اسی طرح تمام انبیاء کرام نے ہر مقام پر فریضہ دعوت کو انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے عراق سے مصر تک اور شام و فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں میں اس دعوت کو پہنچایا حتی کہ انہیں اس راستے میں آگ میں کودنا پڑا اور اپنے گھر سے جلا وطنی کو قبول کرنا پڑا لیکن وہ کلمہ توحید پر ڈٹے رہے اس کی برکت ہے کہ آج بھی ملت ابراہیمی زندہ پائندہ ہے اور اسلام کی یکسو دعوت توحید کے رہنما ابراہیم علیہ السلام کو مانا جاتا ہے۔

انہی کی اولاد میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف دیکھئے جو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جیل کی کال کوٹھڑی میں پہنچتے ہیں تو وہاں بھی "ءأرباب متفرقون خير ام الله الواحد القهار" (یوسف ۳۹) کی صدا بلند کرتے ہیں۔

دعوت و اصلاح کی اسی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے جب صحابہ کرامؓ کو عام راستوں اور چوراہوں پر بیٹھنے کی اجازت دی تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ مشروط قرار دیا۔

بے عمل واعظ کی مثال اندھے مشعل بردار کی ہے جس کے چراغ کی روشنی دوسرے تو روشنی پا جاتے ہیں لیکن وہ بھٹکتا ہی رہتا ہے

یہ کلمہ حق کی تبلیغ ہی ہے جسے جابر حکمران کے سامنے بلند کرنے کا نام افضل جہاد رکھا گیا ہے (جیسا کہ سنن نسائی کی صحیح حدیث میں ہے) اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ صحابہ کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ کسی قوم پر حملہ آور ہونے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت حقہ ضرور پیش کرو کیونکہ اسلام کا اصل مقصود تو یہ ہے کہ ساری دنیا رشد و ہدایت کے راستے پر چل کر ایک اللہ کی غلامی میں آجائے اور باطل معبودوں کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کرلے اسی غرض کے حصول کے لئے جہاد کو بطور وسیلہ کے استعمال کیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خیبر کے موقع پر علم جہاد عطا فرمایا حالانکہ کئی روز سے مسلمان بڑے سخت جنگی حالات سے دو چار تھے لیکن آپ نے فرمایا:

فو الله لان يهدى الله بك رجلا واحدا خير لک من حمر النعم۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: مجھے اللہ رب العزت کی قسم ہے کہ اگر آپ کے ہاتھ پر کوئی ایک آدمی بھی ہدایت کے سیدھے راستے پر آ جاتا ہے تو یہ تیرے لئے عرب کی محبوب ترین غنیمت سرخ اونٹوں کے حصول سے بہتر ہے۔

اسی لئے صحیح علم نبوی کے وارث علماء پر اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اٹھ کھڑا ہونا فرض اولین ہے تاکہ دعوت جو کہ انبیاء کا کام ہے اسے بہتر اسلوب سے انجام دیا جا سکے نبی اکرم ﷺ کی حالت تو یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی آپ سے ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کر لیتا تو آپ اسے اس کی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیج دیتے تھے یہاں سے طلبہ کرام کو بھی سبق لینا چاہیے کہ دعوت اور علم دو الگ راستے نہیں بلکہ اگر علم کے ساتھ ساتھ دعوت بھی ہو تو یہ علم کے راسخ اور نافع ہونے کا باعث ہے آج ہمارے معاشرے میں خطیبوں اور واعظوں میں کثرت ان حضرات کی ہے جو عوام کی رطب ویابس قصے سنا کر خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ صحیح علم کی بنیاد پر دعوت مٹتی جا رہی ہے جو کہ لوگوں کی بھی اصل ضرورت ہے۔

یاد رکھئے کہ دعوت و اصلاح ایک ایسا فریضہ ہے کہ جسے اگر ادا نہ کیا جائے تو اس کا وبال ساری قوم پر آتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تین

گروہ تھے ایک تو وہ جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں غرق رہتے تھے دوسرے ان برائیوں سے روکنے والے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو دونوں سے الگ تھلگ تھا اور ان کا انکار نہ کرتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب مسلط ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نجات پانے والا گروہ صرف برائی سے روکنے والوں کو قرار دیا اور خاموش رہنے والوں کے ذکر کو ہی فراموش کردیا جبکہ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق تو ایسے لوگوں پر بھی عذاب مسلط ہوا جو برائی کو دیکھ کر روکنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے تفسیر ابن کثیر)

فریضہ دعوت ادا نہ کیا جائے تو پوری قوم پر عذاب الہٰی نازل ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیر کی مشہور حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے اور ان کا مرتکب ہونے والے کی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو قرعہ اندازی سے کسی کشتی میں سوار ہوں کچھ اوپر کے طبقہ میں اور کچھ نیچے ہوں نیچے والے جب پانی کی ضرورت محسوس کریں تو انہیں پانی کے حصول کے لئے اوپر والوں سے گزرنا پڑتا ہو تو پھر وہ کہیں کہ ہم اگر اپنے حصہ کی کشتی میں ایک سوراخ نکال لیں تاکہ پانی بھی دستیاب ہو اور اوپر والوں کو تکلیف بھی نہ ہو۔ اب اس حالت میں اگر اوپر والے انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں تو وہ سارے کشتی والے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کو روک لیں تو سبھی نجات پا جائیں گے۔

اگر کوئی آدمی برائی کو دیکھ کر اس کے آگے بند نہیں باندھتا تو وہ دن دور نہیں جب برائی اور بے حیائی کا سیلاب اسے بھی بہا کر لیجائے گا اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ترک کر دیا جائے تو خطرہ ہے کہ سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقاب نازل ہوجائے اور یہ ایسا جرم ہے کہ پھر آدمی کی کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر وليوشكن الله ان يبعث عليكم عقابا منه فتدعونه فلا يستجيب لكم (سنن الترمذی' کتاب الفتن' حسن درجہ کی حدیث ہے)

ترجمہ: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم دوگے اور برائی سے روکو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنا عذاب مسلط کردے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے اور وہ تمہاری دعاؤں کو بھی قبول نہ کرے گا۔

اس لئے ضروری ہے کہ آج کے اس پر فتن دور میں جب کفر اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ اسلام پر یلغار کئے ہوئے ہے خالص دین حنیف اور سچی سنت نبوی کی دعوت کا احیاء کیا جائے لیکن آج کا مسلمان اپنی اس ذمہ داری سے بے خبر ہے اور اپنی عیش و عشرت میں مگن ہے اور جو لوگ اس کام کے مدعی ہیں وہ بھی ایک سطحی تبلیغ سے آگے بڑھنے کا نہیں سوچتے جبکہ پوری دنیا میں عیسائی مشنریوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے اپنا جال پھیلا رکھا ہے بہت بڑے رفاہی منصوبوں کے نام پر یہ لوگ اسلام کو مٹانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں اور کہیں مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی ناکام کوشش ہو رہی ہے۔ صومالیہ اور بنگلہ دیش کے ہزاروں بے بس بوڑھوں اور بچوں کو فراہمی امداد کے نام پر عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے اندر ہی ایسے باطل فرقے اس قدر سرگرم عمل ہیں کہ گمراہیوں کو سنت کے نام پر پھیلایا جا رہا ہے اور دین کی حقیقی تصویر کو مسخ کیا جا رہا ہے جبکہ یہ سب نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مصداق ہیں کہ:

من دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذلک من آثامهم شیئا۔

ترجمہ: جو کوئی گمراہی کی دعوت دے گا اس پر تمام پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا جبکہ ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

لیکن دین حق کے حقیقی حاملین اس میدان میں بہت پیچھے ہیں جبکہ ان کے لئے بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے۔ اس میں عجیب بات یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے لئے وسائل کو بروئے کار لانا اور ان وسائل کو دعوت کے لئے خاص کرنا ہم میں مفقود ہے جبکہ غریب اور نادار عوام تو اسی کی بات پر کان دھریں گے جو انہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے کھانا فراہم کرے اور علاج معالجہ کی سہولیات بہم پہنچائے مسلمان دعوتی مشن کے سلسلہ میں رفاہی کاموں میں بہت پیچھے ہیں کہ جس کا اندازہ آج سے تقریباً اڑھائی سال قبل اخبارات میں شائع ہونے والے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ لاہور کے گنگا رام ہسپتال میں ایک نومسلم عورت زچگی کے کیس میں مبتلا تھی جس نے غربت کے باوجود بھی دین حقہ کو قبول کر لیا تھا لیکن ہسپتال کے ڈاکٹر حضرات جو قوم کے مسیحا کہلاتے ہیں نے پیشگی چند ہزار رقم کا مطالبہ کیا جب یہ عورت ادا نہ کر سکی تو اسے اسی حالت میں باہر نکال دیا گیا اور وہ اسی کشمکش میں زندگی کی بازی ہار گئی اور مرتے وقت اس نے یہ الفاظ کہے جو تمام امت مسلمہ کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہیں "کاش کہ میں عیسائی ہی رہتی اسلام کو قبول نہ کرتی تو آج بلا علاج نہ مرتی۔"

قوم کے صاحب ثروت اور مخیر حضرات کا

فریضہ ہے کہ جہاں وہ مساجد و مدارس اور جہاد کے میدان میں خرچ کرتے ہیں دعوت کے عمل کی کامیابی کے لئے بھی اپنے وسائل کا ایک حصہ مقرر فرمائیں تاکہ صحیح دین پر چلنا اور اس کی دعوت دینا آسان ہو جائے۔

دعوت دین کے ضمن میں ایک قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ آج منبر و محراب اور تقریر و خطاب سے بڑھ کر اسلام کی سچی تبلیغ اور تصویر کو زندگی کی عملی کتاب کی صورت میں پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس کی ابتدا غربت و اجنبیت سے ہوئی تھی لیکن نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگی کے عملی نمونہ نے اس کو ہر دل عزیز اور محبوب دین بنا دیا تھا یہاں تک کہ کافر بھی ان کی عملی زندگی کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جایا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے اس غلام نے جس کے سامنے راہب اور وزیر کو آرے سے چیر دیا گیا لیکن اس نے اس قدر عملی ثبات کا مظاہرہ کیا کہ اس کی خاموش تبلیغ اس قدر تیر بہدف ثابت ہوئی کہ ایک طرف بادشاہ نے "بسم اللہ رب الغلام" کے نام سے تیر پھینک کر اس کا کام تمام کر دیا تو دوسری طرف عوام میں اس کی عملی اور خاموش تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ وہ بیک زبان "آمنا برب الغلام" کا نعرہ لگا کر تمام طاغوتی بندھنوں سے آزاد ہو کر جنت عدن کی راہ پا گئے۔

عمل ایک موثر طاقت ہے جو قلب پر اثر انداز ہوتی ہے

اب اسلام دوبارہ اپنے غربت کے دور میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ علم اور اخلاق جو کتابوں کے خزینوں میں دفن ہے جو اسوہ حسنہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی صورت میں آج لوگوں کے سامنے نہیں بلکہ سب کچھ علم کے دفاتر میں ہے اسے لوگوں کے سامنے صحیح اسلامی صورت میں اپنے عمل کی روشنی میں ثابت کیا جائے کیونکہ جو عالم خود ہی اندھیرے میں ہو اس کا علم اور وعظ کسی کو روشنی کی کرن نہیں دکھلا سکتا۔ یہ عملی تبلیغ کا یہ جوہر تو وہ ہے کہ جسے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ضروری سمجھا گیا صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے لوگوں کو قربانی کا حکم دیا تو کسی صحابی نے بھی اس حکم کی تکمیل نہ کی حتیٰ کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا تو سب لوگوں پر اس کا فوری اثر ہو گیا۔

واعظ بے عمل کی مثال تو اس اندھے مشعل بردار کی ہے۔ جس کے چراغ کی روشنی سے دوسرے تو راستہ پا جاتے ہیں لیکن وہ خود بھٹکتا ہی رہتا ہے عمل ایک موثر طاقت ہے۔ جو قلب پر اثر انداز ہوتی ہے ایک باعمل عالم جب کسی منکر پر نکیر کرتا ہے یا معروف کا حکم دیتا ہے تو دل جلد متاثر ہوتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے اس کی عملی طاقت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں نماز کو "انها لكبيرة الا على الخاشعين" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مردہ دلوں اور کام چوروں کے لئے تو نماز واقعی ایک بارگراں ہے لیکن زندہ دلوں اور عمل کے نمازیوں کے لئے تو یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے۔

ایک بے عمل عالم خواہ کتنے ہی دل نشین طرز اور دل آویز و مسحور کن انداز میں "حقائق و معارف" اور "غوائب و نوادر" کا دریا بہا دے لیکن اس کی بے عملی تمام اثرات کو زائل کر دیتی ہے مولانا مختار احمد ندوی نے ایک نو مسلم سکالر مسٹر سینڈرے کا ایک سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ جسکا اسلامی نام عبداللہ ہے انہوں نے عرصہ دراز تک مذاہب عالم کا مطالعہ کیا اور بالآخر تحقیق و تفتیش کے بعد اسلام کی حقانیت کے قائل ہو کر مسلمان ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ حیرت ہوتی ہے کہ اسلام اتنا سائنٹفک اور مدلل مذہب ہوتے ہوئے بھی اپنے پیرؤں میں اجنبی کیوں ہے اگر مسلمانوں کا چوتھائی حصہ اس کی تعلیمات کو عملاً پیش کرنے لگے تو عیسائیوں کی تمام مشنری فیل ہو جائے لیکن افسوس یہود و نصاریٰ کی طرح علماء اسلام بھی خدا اور بندہ کے درمیان واسطہ بن گئے اس طرح اسلام کی ترقی رک گئی۔"

بے عمل خواہ کتنا ہی دل نشین طرز اور دل آویز و مسحور کن انداز میں حقائق کا دریا بہا دے لیکن اس کی بے عملی تمام اثرات کو زائل کر دیتی ہے

غور فرمایئے یہ اس نو مسلم کے تاثرات ہیں جس کا قلب اسلام کی حقانیت سے معمور ہے لیکن چونکہ اس کے سامنے کوئی عملی نمونہ نہیں اس لئے وہ متحیر ہے۔

ایک عالم کے عمل کی چونکہ سب لوگ اقتدا کرتے ہیں کہ اس لئے اسے بلند معیار عمل پر فائز ہونا ضروری ہے ورنہ نہ اس کی تبلیغ کا نہ تو دنیا میں کچھ فائدہ ہوگا اور آخرت میں یہی علم اور یہی وعظ و تبلیغ اس کے لئے زیادتی عذاب کا باعث بن جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ " قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینکا جائے گا تو اس کی انتڑیاں بہت لمبی ہو جائیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اور جہنم والے اس کے گرد گھومیں گے اور کہیں گے اے فلاں تجھے کیا ہوا کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکا کرتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ میں تم کو

تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

عالم بے عمل کی مثال قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے گدھے کے ساتھ بیان کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف وعظ و تبلیغ سے بڑھ کر اپنی سیرت و کردار پر توجہ دیتے تھے اور ان کا عملی نمونہ اس قدر مثالی ہوتا تھا کہ ایک ہی وعظ میں ان کے دل سے نکلنے والی سچی آہ پر ہزاروں لوگ لبیک کہتے تھے چند لمحات میں ہی شہروں کے شہر اور گاؤں کے گاؤں اس سچی صدا کو مان کر راہ حق کو اختیار کر لیتے تھے سچ کہا جاتا ہے کہ عالم اور واعظ اگر دو آنکھوں کے ساتھ عوام کو دیکھتا ہے اور وعظ و نصیحت کرتا ہے تو لوگوں کی ہزاروں آنکھیں اس کے بلند بانگ دعووں اور لچھے دار تقریروں کے سننے سے قبل اس کے عمل کو دیکھتی ہیں۔ مامون رشید نے بالکل صحیح کہا تھا:

نحن الی ان نوعظ بالاعمال احوج منا ان نوعظ بالاقوال۔

ترجمہ:۔ ہمیں زبانی وعظ سے زیادہ عملی وعظ کی ضرورت ہے۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ عالم جب باعمل نہ ہو تو اس کی وعظ و نصیحت دلوں سے اس طرح نکل جاتی ہے جیسے بارش کا قطرہ صاف چٹان سے بہہ جاتا ہے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ لمبے چوڑے خطبوں اور تقریروں کا نام ہی دعوت دین نہیں بلکہ دعوت کی حقیقی روح یہ ہے کہ انسان کا مزاج دعوتی بن جائے وہ اپنے گھر اور محلّہ سے اس دعوت کی ابتدا کردے اپنے دوستوں اور اقرباء تک یہ دین پہنچا دے جن کا حق سب سے مقدم ہے انسان جس ماحول میں بھی رہتا ہو وہاں وہ بقدر ضرورت اور مصلحت دعوت دین کا کام جاری رکھے اگرچہ یہ ایک معمولی مسئلہ ہی سکھانے کے متعلق کیوں نہ ہو بلکہ یہ تو علماء ربانیین کی صفت ہے کہ وہ لوگوں کو سب سے پہلے چھوٹے اور عمومی طور پر پیش آنے والے مسائل کی تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین حنیف اور صراط مستقیم کا سچا داعی بنا دے۔

فکر کریں

وہ ذلیل ہے جس نے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔

★

حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہونا چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے۔

دنیا شیطان کی دکان ہے اس میں سے کچھ نہ لو۔

دین اسلام اور مسلمان

دنیا جس تیزی سے بگڑ رہی ہے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اگلے چند سالوں میں انسانیت کا یہ سسکتا ہوا قافلہ تباہی و بربادی کی کس مہلک منزل پر جا کر رکے گا۔ آدم کی اولاد اپنے خالق حقیقی کو فراموش کر چکی ہے جس کا بڑا سبب عقیدہ کا فساد اور ایمان کی کمزوری ہے۔ آج ہم اخلاقی تباہی کے کتنے بھیانک دور سے گزر رہے ہیں کہ ہم آئے دن شرافت و تہذیب کا جنازہ اپنی آنکھوں کے سامنے اٹھتے دیکھتے ہیں۔ یہ مسلمانوں میں خاص طور پر اسلام سے غفلت' قصداً نماز نہ پڑھنا' زکوۃ' حج اور روزے سے روگردانی ایک عادت سی بن گئی ہے۔ سادہ ہی قتل' چوری' ڈکیتی' شراب نوشی' جواء' جھوٹی قسم' حرام خوری' سود کا کاروبار' تجارت و معاملات میں دھوکہ بازی' ظلم و رشوت' چور بازاری' خیانت' جھوٹ' بہتان تراشی' فریب' جھوٹی گواہی' عہد شکنی' بے حیائی و فحاشی' غرض انسانی سماج کی رگ رگ میں تباہ کن بیماریاں پھیل چکی ہیں۔ ہماری نسل ان بیماریوں کا بہت تیزی سے شکار ہو رہی ہے۔ زہریلے افکار تباہ کن خیالات اور مسموم روایات کا ایمان اور دین شریعت سے تصادم ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی جڑیں کمزور ہو رہی ہیں۔ جس کے رد عمل میں نوجوان دائرہ اسلام سے نکل رہے ہیں اور جب ایمان ہی کمزور ہو جائے گا تو پھر ہر گناہ کا ارتکاب بہت آسان ہو گا۔

ان تاریک اور گمراہ کن حالات میں اگر نجات کی کوئی امید ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ بگڑے ہوئے انسانوں کا سدھار صرف رب کائنات کے عدل و رحمت بھرے نظام پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔ گناہ گار انسان کو گناہوں کی بہتات اس عظیم علم کو جاننے سے روک دیتی ہے جس میں دنیا اور آخرت کا مفاد مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی جب کسی ناگوار چیز میں پڑ کر اس سے فرار کی راہیں تلاش کرتا ہے تو اس کا دل اور اس کے اعضاء اسے دھوکہ دیتے ہیں۔ جب دل پر گناہوں کے بکثرت داغ ہوں گے تو دل بھی زنگ آلود ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایسا گناہ گار انسان جب کسی دشواری اور آزمائش میں پڑتا ہے تو اس کا دل اس کی زبان کے اعضاء اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اللہ پر بھروسے کے لئے دل آمادہ نہیں ہوتا' دل جمعی کے ساتھ خدا سے لو لگانے یا توبہ کرنے کا اس کے اندر حوصلہ نہیں رہتا' اس کی بارگاہ میں رونے گڑگڑانے پر دل مائل نہیں ہوتا۔ اس کی زبان اس کے احساسات کی ترجمان نہیں بنتی اور یوں انسان گناہ کی دلدل میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے۔ پنجگانہ نماز' ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک یہ سب اپنے درمیان کے گناہوں کے کفارہ ہیں۔ جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جاتا رہے۔ ایک عرب شاعر نے کہا ہے تو نے دو چیزیں اپنے ساتھ اکٹھی کر رکھی ہیں۔ بے خوفی اور خواہشات کی پیروی جبکہ ان میں سے ایک چیز ہی آدمی کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔